میر ظفر زیدی؛ متنوع زبان واسلوب کا شاعر

Mir Zafar Zaidi, poet of various languages and styles

Dr. Saira Irshad

Abstract:

The famous poet Mir Zafar Zaidi of Bahawalpur region tried his hand at both genres of poetry and prose. His poetry is in tune with modern trends and the spirit of the times. Mir Zafar Zaidi was fluent in different languages. He not only wrote poetry in Urdu, Punjabi, Seraiki, Malawi, Mayawati, Haryana, Eastern, Khadi, Hindi and English but also highlighted the linguistic status of these languages. Mir Zafar Zaidi has created music in poetry through symbolism and repetition. Beautiful expression of emotions and feelings is a basic component of poetry. Expression of heartbreak in different languages is a unique experience. This article reviews the diverse language and style of Mir Zafar Zaidi. Made him sad and he expressed this condition through pen. Mir Zafar Zaidi not only has a wide range of subjects but he has established himself as a seasoned poet due to his mastery of many languages.

Keywords: Eloquence and rhetoric, all-encompassing, romantic style, mother tongue, modern spirit, calligraphy, cultural values

تلخیص:

خطۂ بہاول پور کے نامور شاعر میر ظفر زیدی نے نظم و نثر دونوں اصناف میں طبع آزمائی کی۔ ان کی شاعری دورِ جدید کے رجحانات و میلانات اور روحِ عصر سے مطابقت رکھتی ہے۔ میر ظفر زیدی کو مختلف زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ انھوں نے اردو، پنجابی، سرائیکی، مالوی، میواتی، ہریانی، پوربی، کھڑی، ہندی اور انگریزی زبان میں نہ صرف شاعری کی بلکہ ان زبانوں کی لسانی حیثیت کو بھی نمایاں کیا۔ میر ظفر زیدی نے شاعری میں علامت نگاری اور تکرارِ لفظی سے کلام میں موسیقیت پیدا کی ہے۔

جذبات واحساسات کا خوب صورتی سے اظہار شاعری کا بنیادی جزو ہے، مختلف زبانوں میں وارداتِ قلبی کا اظہار ایک منفرد تجربہ ہے، اس مقالے میں میر ظفر زیدی کے متنوع زبان واسلوب کا جائزہ شامل ہے۔ نامسائد حالات اور غموں کی شدت نے میر ظفر زیدی کو رنجیدہ بنادیا اور انھوں نے اس کیفیت کا اظہار قلم کے ذریعے کیا۔ میر ظفر زیدی کے ہاں نہ صرف موضوعات کی وسعت ہے بلکہ وہ کئی زبانوں میں مہارت کی بنا پر خود کو ایک کہنہ مشق شاعر کے طور پر منوا چکے ہیں۔

کلیدی الفاظ: فصاحت وبلاغت، سراپانگاری، رومانی طرز، مادری زبان، روحِ عصر، رسم الخط، تہذیبی اقدار

اردو شاعری کا آغاز غزل سے ہوا اور ابتداء سے ہی اس نے لوگوں کی پسندیدگی حاصل کر لی تھی۔ غزل کے بعد نظم نے بھی خود کو بھرپور انداز میں منوایا۔ جدید شعراء اس صنف کے ذخیرے میں ذوق وشوق سے اضافہ کر رہے ہیں۔ دورِ جدید کے غزل و نظم گو شعرا میں ایک اہم نام میر ظفر زیدی کا ہے۔ انھوں نے نظم ونثر دونوں اصناف میں خود کو منوایا۔ ان کی غزل و نظم جدید دور کے رجحانات و میلانات اور روحِ عصر سے مطابقت رکھتی ہے۔

خطۂ بہاول پور اُردو ادب کے حوالے سے منفرد تشخص کا حامل ہے۔ یہاں کی علمی وادبی تاریخ صدیوں پرانی ہے۔ یہ خطہ برصغیر کے علمی، تدریسی اور تمدنی مرکز کی حیثیت سے الگ پہچان اور تشخص رکھتا ہے۔ اوچ شریف، پتن منارہ بدھ، سوئی وہار اور گنویری والا انتہائی اہمیت کے حامل ہیں جب کہ تاریخی عمارات اور دریا یہاں کی عظمت کے امین ہیں۔

> ''یہ ریاست شمال مشرق سے جنوب مغرب کی طرف طول میں عرض سے بہت زیادہ ہے۔ اس کی شکل مچھلی سے ملتی جلتی ہے۔ اس کی شمالی حد پر دریا اور جنوبی حصے میں ریگستان ہے۔''[۱]

میر ظفر زیدی ۱۱ جنوری ۱۹۳۹ء میں انڈیا کے قصبہ ''اجراور'' تحصیل راج پورہ ضلع پٹیالہ سابق ریاست حال مشرقی پنجاب سابق صوبہ سرہند میں پیدا ہوئے۔ جب کہ مستقل سکونت ریاست بہاول پور میں اختیار کی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم پرائمری سکول نزد فرید گیٹ (سابق بیکانیری گیٹ) سے حاصل کی۔ گورنمنٹ صادق ڈین ہائی سکول سے میٹرک اور گورنمنٹ صادق ایجرٹن کالج بہاول پور سے ۱۹۶۴ء میں بی ایس سی کی ڈگری مکمل کی۔ عربی، فارسی اور طب سے خاندانی تعلق تھا اس لیے والد کی خواہش کے پیشِ نظر ۱۹۶۸ء میں لاہور جا کر ''بورڈ آف یونانی اینڈ ویدک سسٹم آف میڈیسن پاکستان'' سے فرسٹ ڈویژن میں طب کی تعلیم حاصل

کرنے کے باوجود اسے کبھی ذریعۂ معاش نہیں بنایا۔ میر ظفر زیدی کے زمانۂ طالب علمی سے ہی مختلف اخبارات و جرائد میں ان کے مضامین اور افسانے چھپتے رہے۔ ابتداء میں انھوں نے مولانا عبدالمجید سالک بٹالوی (مدیر ''انقلاب'' لاہور) سے اصلاح لی لیکن جلد ہی نازش حیدری دہلوی کی باقاعدہ شاگردی اختیار کی اور ان سے بذریعہ ڈاک بھی اصلاح لیتے رہے۔

> ''شاعری جذبات کی دل آویز موسیقی ہے۔ احساسات کی حسین مصوری ہے۔ تخیل کا ایک دلفریب رقص ہے۔ وہ جنت نگاہ بھی ہے اور فردوس گوش بھی۔ اس کا اثر دل و دماغ دونوں پر ہوتا ہے۔ وہ حواس کے تاروں کو چھیڑتی ہے اور روح پہ خوشی بن کر چھا جاتی ہے۔''[۲]

میر ظفر زیدی کی غزلیں ۱۹۵۷ء میں قومی اخبارات اور رسائل میں چھپنا شروع ہو گئی تھیں۔ شاعری کا دوسرا دور ۱۹۹۵ء میں شروع ہوا جو ۲۰۰۴ء تک کے عرصے پر محیط ہے۔ انھوں نے فارغ التحصیل ہوتے ہی متعدد کتابیں لکھیں جن میں ''باغِ میر ظفر''، ''جماعت اسلامی''، ''اسلام اور سکھ مذہب''، ''اسلام اور سرخ راستہ''، ''اللہ کا کنبہ''، ''شہرِ بہشت''، ''نمودِ سحر''، ''اُردو زبان''، ''اظہار کے دریچے''، ''آنچلوں کے سائے میں''، ''ادھورے خواب''، ''مقامِ سادات''، ''نوکِ سناں سے چٹکتی کلیاں''، ''سرکار باباچاندی شاہ''، ''بکھرے پتے'' اور ''گھر کے چراغ سے'' شامل ہیں۔ ادب، تاریخ، مذہب، تصوف، فلسفہ اور عمرانیات کے علاوہ افسانے، ڈرامے، انشائیے، خاکے، مضامین اور مکالمہ نگاری پر بھی طبع آزمائی کی۔ میر ظفر زیدی ۲۱ نومبر ۲۰۱۳ء کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

میر ظفر زیدی نے ترجمہ نگار کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دیں۔ انھوں نے فارسی زبان میں لکھی گئی نظم ''خطۂ پنجاب'' کا اُردو میں ترجمہ کیا نیز پنجابی شعراء طالب جالندھری اور بلھے شاہ کے کچھ اشعار کا اُردو میں ترجمہ کیا جب کہ کچھ اشعار تضمین بھی کیے ہیں۔ شاعری اُردو ادب کی اہم صنف شمار ہوتی ہے۔ جذبات و احساسات کا خوب صورتی سے اظہار شاعری کا بنیادی جزو ہے جب کہ اُردو شاعری کا حسن علمِ بیان پر منحصر ہے۔:

> ''دل میں جذباتِ عشق کی جب بہتات ہوتی ہے تب وہ جذبات اُچھل اُچھل کر دیوارِ دل عبور کر کے باہر نکلنے کو مچلتے ہیں اور دل کے وہ بیتاب جذبات الفاظ کا لبادہ پہن کر مہذب انداز میں ایوانِ دل میں سے باہر تشریف لانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسی کو شاعری کہتے ہیں۔''[۳]

اُردو شاعری بدلتے وقت کی ساعتوں میں اپنے مزاج اور موضوعات کے حوالے سے نت نئے روپ دھارتی گئی۔ شاعری دیگر تہذیبی اقدار و سماج کی طرح ارتقائی منازل طے کرتی ہے۔:

''نئے زمانے کی برق رفتاری نے خود اس کی ذات کے اندر ہیجان سا برپا کر کے اسے نئی قدروں کی تلاش پر اُکسایا ہے۔ اب وہ روایت کی سیدھی، پامال شاہراہ پر چلنا اس لیے پسند نہیں کرتا تاکہ زمانے کا نیا روپ، زبان و بیان کے قدرے مختلف سانچوں کا طالب ہے۔''[۴]

میر ظفر زیدی کو مختلف زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ انھوں نے اردو، پنجابی، سرائیکی، مالوی، میواتی، ہریانی، پوربی، کھڑی، ہندی اور انگریزی زبان میں نہ صرف شاعری کی بلکہ ان زبانوں کی لسانی حیثیت کو بھی نمایاں کیا ہے۔:

''انسانی شخصیت میں زبان ایک اہم مظہر کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہذا جس طرح انسان ابتداء ہی سے اپنے گرد پھیلی ہوئی کائنات پر غور و فکر کر رہا ہے، اسی طرح اس کے اندر پھیلی ہوئی کائنات بھی اس کی توجہ کا مرکز ہے۔ جس کے عجائبات گوناگوں اور جس کے اسرار لامتناہی ہیں۔''[۵]

میر ظفر زیدی ابتدائی دور کی اردو شاعری میں حُسن و عشق کو موضوع بناتے ہیں مگر زمانے کی ٹھوکروں نے جہاں ان کی زندگی میں مشکلات کا اضافہ ہوا وہیں شعری نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ان کے موضوعات میں وسعت پیدا ہوتی گئی۔ حُسن و عشق کی جگہ زندگی کی تلخیوں نے لے لی مگر وہ حقیقت پسندی سے ان تمام مصائب کا سامنا کرتے ہیں۔ قلم کے ذریعے اپنی ان محرومیوں کو لکھتے چلے جاتے ہیں۔ ناموافق حالات کی وجہ سے اُن کی شاعری میں اُداسی، تنہائی اور درد و غم جیسے عناصر بھی پائے جاتے ہیں۔ ہجر و وصال غزل کا نمایاں ترین موضوع رہا ہے، ہمارے شعراء نے اسے مختلف انداز میں برتا ہے۔ میر ظفر زیدی کی شاعری کا اہم موضوع ہجر و وصال ہے مگر انھوں نے اس تصور کو ایک نئی شکل دی ہے۔ وہ محبوب کے رفاقت کے لمحات کو اپنی شاعری کا حصہ نہیں بناتے بلکہ ہجر و وصال کے روایتی تصور کو رد کرتے ہیں۔:

جو نہیں ہے تو میرا ہم نوا تو گیا میں عرضِ ملال سے
نہ غرض ہے مجھ کو جہاں سے نہ فراق سے نہ وصال سے[۶]

میر ظفر زیدی کی اردو شاعری میں اسلاف سے محبت و عقیدت کا اظہار ملتا ہے۔ انہیں عہدِ حاضر میں بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا، اس لیے وہ حال سے منہ موڑ کر ماضی کی حسین یادوں میں کھو جاتے ہیں۔ وہ اپنے پرانے قصبے، گلی، محلے اور وہاں کے لوگوں کو

یاد کرتے ہوئے سوچتے ہیں کہ اب واپسی کا سفر ناممکن ہے کیونکہ اب وہاں نہ گھر رہا نہ وہ لوگ کہ جو محبت، خلوص اور اپنائیت کے جذبے سے سرشار تھے۔ان کی نظمیں ''جواب دو مجھے''، ''اجنبی یادیں''اور ''صدائے مکتب''کا موضوع ماضی سے محبت ہے۔:

کنارے آب گھا گھر تھا میرے اسلاف کا مسکن
اُدھر پانی تھا جمنا کا جو پاؤں تیرے چھوتا تھا[۷]

میر ظفر زیدی اردو کی ترویج و ترقی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے تاہم انھوں نے مختلف زبانوں میں شاعر یکر کے خود کو ہمہ جہت شاعر کے طور پر منوایا۔وہ خود بھی اس زعم میں مبتلا تھے کہ انہیں مختلف زبانوں پر عبور حاصل ہے،اس بارے میں اظہارِ خیال ملاحظہ کریں۔:

''ہریانی اور میواتی زبانوں کے بولنے والوں کی خوشامد کرنی بھی ضروری تھی۔۔۔۔
اگرچہ مالوی زبان مرورِ زمانہ سے ناپید ہو گئی ہے لیکن پٹیالوی کو خوش کرنا بھی تو
ضروری تھا۔وہ بھی کیا یاد کریں گے کہ کس نواب صاحب سے پالا پڑا تھا لہٰذا اس
پانچویں زبان میں اشعار کہے۔''[۸]

میر ظفر زیدی زبان کی جغرافیائی حیثیت یوں نمایاں کرتے ہیں کہ پنجابی زبان لاہور کا شمالی سمت جنوبی جانب لاہور سے میاں چنوں ریاست بہاول پور سے تحصیل صادق آباد تک راج تھا۔اسی طرح لاہور سے لدھیانہ تک پنجابی زبان کی حکمرانی تھی۔پنجابی کا رسم الخط گورومکھی ہے اور اس کے حروفِ تہجی دیوناگری شکل میں بائیں سے دائیں لکھے جاتے ہیں۔ ادب معاشرتی احساسات وجذبات کا عکاس قرار دیا جاتا ہے۔پنجابی زبان دنیا کی قدیم ترین زبان سمجھی جاتی ہے۔اسے عام طور پر پنجاب کی زبان کہا جاتا ہے جب کہ اس زبان کا دائرہ کار دور دراز تک پھیلا ہوا ہے۔:

''پنجابی زبان ایک وسیع و عریض خطے کی زبان ہے۔''[۹]

میر ظفر زیدی نے پنجابی زبان میں بھی شاعری کی ہے۔''نی تُوں کتھے جانا،نی میں کاڑھے جانا''کے عنوان پر مشتمل ان کی یہ نظم مشترکہ خاندان کی عکاس ہے جو ہمارے معاشرے کی پہچان ہے تاہم اکثر اس نظام کی وجہ سے اختلافات بھی سامنے آتے ہیں۔ساس بہو کا رشتہ عقیدت و محبت پر مشتمل ہونا چاہیے۔مشترکہ خاندانی نظام کی بدولت رشتوں میں پیدا ہونے والی دراڑیں بہت سے مسائل کا باعث بنتی ہیں۔اس حوالے سے ایک بہو اپنے سسرال کے رویئے سے آگاہ کرتی ہے۔اس نظم میں ظرافت کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔:

نند او کھسماں کھانی میری اُچا اُچا بولے
سس نی مردی بڑبڑ کردی اوونی او کھا بولے
جیٹھ کمینہ آکڑیار ہندا نالے مندا بولے
ریٹھے ور گا میرا دیور کدے نہ مٹھا بولے[۱۰]

میر ظفر زیدی نئی نسل کو اس حقیقت سے روشناس کراتے ہیں کہ انگریز نے اُردو کی بڑھتی ہوئی ترقی کو دیکھ کر مجبوراً فارسی کو اہمیت دی ۔وہ زبانوں کی وسعت پر بحث کرتے ہیں کہ برصغیر کی طرح پاکستان میں بھی مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اور ان زبانوں کا لہجہ دوسرے علاقوں میں رائج زبانوں سے مختلف ہے۔ جھنگ، نورو، سرگودھا، میانوالی اور کوٹ مومن کی زبانوں کے لہجے کی مثالوں سے وضاحت کی تاکہ ان زبانوں سے آگاہی ہو۔ میر ظفر زیدی نے پنجابی غزل بغیر قافیہ اور ردیف کے لکھی تاہم پنجابی اور انگریزی کا باہم امتزاج ایک نئے انداز میں دلکش نظر آتا ہے شعر میں رقیب کی حوالے ظریفانہ انداز قاری کو مسکرانے پہ مجبور کرتا ہے۔:

ڈاڈھا سی رقیب جیہڑا چن میرا لے گیا
لو کی سچی آکدھے سی مائٹ ہوے رائٹ [۱۱]

میر ظفر زیدی اس نظریئے کو رد کرتے ہیں کہ سرائیکی ''پنجابی زبان'' کا لہجہ ہے۔ حافظ محمود شیرانی اور ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے جس زبان کو ''ملتانی'' کہا، اسے موجودہ دور میں ''سرائیکی زبان'' کہا جاتا ہے۔:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ سرائیکی (ملتانی) اور سندھی میں لسانی قرب بہت زیادہ
ہے۔ ان دونوں زبانوں میں رسم الخط، لہجے و صوتیات کا خاصا اشتراک ہے۔''[۱۲]

میر ظفر زیدی نے ملتانی زبان کا جغرافیہ بھی بتایا ہے کہ جنوب مغرب ملتان، ریاست بہاول پور کے دو اضلاع اور صوبہ سرحد میں ڈیرہ اسماعیل خان تک سرائیکی زبان بولی جاتی ہے۔ ملتانی یعنی سرائیکی زبان پاکستان کے تین صوبوں میں رائج ہے۔ نئی نسل کی اُردو اور انگریزی زبان میں تربیت کی جارہی ہے، اس طرح علاقائی زبانوں میں شاعری کرنے والے ایک ہی جگہ محدود ہو گئے ہیں۔ انہیں یہ لگتا ہے کہ ہم مادری زبان سے جڑت کے بعد ہی اپنی تہذیب و ثقافت کو محفوظ بنا سکتے ہیں۔ میر ظفر زیدی نے سرائیکی زبان کو بھی ذریعۂ اظہار بنایا ہے۔ اس شعر میں محبوب کی جھلک دیکھنے کی آرزومندی شامل ہے۔ جب کہ اس کی گفتگو اگر غیروں سے ہے تو عاشق خود بھی توجہ کا متلاشی ہے۔:

ڈھولن جانی صدقے تھیواں عاشق ہاں دیدار دا میں
غیراں نال وی حال ونڈا چا میڈی وی دلدار بنڑیں [۱۳]

میر ظفر زیدی گاؤں کے حسن کو نہ صرف سراہتے ہیں بلکہ وہاں کی ثقافت کا خوبصورت انداز میں اظہار ان کی شاعری کا خاصا ہے۔ گاؤں کی حسین لڑکی جب سج دھج کر کپاس کی چنائی کرتی ہے تو اس کا محبوب موسم کی خوبصورتی دیکھتے ہوئے اس بات پہ نالاں ہے کہ یہ رت اس کام کی بجائے ملن کا تقاضا کرتی ہے۔:

شالا ایہہ موسم نہ ونجے چونڑیاں چُنن کپاواں

گوریاں گوریاں بانہواں دے وچ پاتے کالیاں ونگاں [۱۴]

میر ظفر زیدی پوربی، قنوجی، دکھنی، مراٹھی، راجستھانی اور بانگڑی زبانوں کواُردو سے بہت مختلف قرار دیتے ہیں۔وہ اس حوالے سے حافظ محمود شیرانی کے اس نظریے سے متاثر نظر آتے ہیں۔:

''کہا جاتا ہے کہ مغربی ہندی جس کی برج بھاشا، ہریانی، راجستھانی، پنجابی اور اُردو شاخیں ہیں۔۔۔۔لیکن جس سے اُردو زبان نے ارتقاء پائی وہ نہ برج ہے، نہ ہریانی اور نہ قنوجی ہے بلکہ وہ زبان ہے جو صرف دہلی اور میرٹھ کے علاقوں میں بولی جاتی تھی۔''[۱۵]

مالوی زبان کی حیثیت کے بارے میں میر ظفر زیدی بتاتے ہیں۔:

''موجودہ جنوب مشرقی پنجاب کی سابق ایک ریاست پٹیالہ کے تین شہر (سنام، سامانہ، پٹیالہ) میں بولی جاتی تھی۔''[۱۶]

تقسیمِ ہند کے بعد ان تینوں (سنام، سامانہ، پٹیالہ) شہروں سے بھی مالوی زبان کی حیثیت ختم ہو کر رہ گئی۔ہر طرف پنجابی زبان کا راج نظر آنے لگا۔اس زبان اور کلچر پر دہلی تہذیب و تمدن کے اثرات نظر آتے تھے۔میر ظفر زیدی نے تجزیہ کیا کہ کون سے الفاظ مالوی زبان سے اُردو میں براہِ راست آئے اور کچھ الفاظ پرانی اُردو سے اس زبان میں شامل ہوئے۔مثلاً''ہم نے ''مالوی زبان میں ہمانے اور ہم کو بولا جاتا ہے۔اسی طرح میرے سے، تیرے سے، تیتے میتے بولا جاتا ہے۔ان کا کہنا ہے جہاں مسلمان اکثریت میں رہتے تھے وہاں مالوی زبان میں اُردو کے اسّی فی صد الفاظ شامل ہیں مگر آزادی کی تحریک نے ان تینوں شہروں سے مالوی زبان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

''زبان پچھلے ارتقائی عمل کا نتیجہ ہوتی ہے اور آگے بھی اس میں تبدیلی کا مفہوم موجود ہے۔''[۱۷]

میر ظفر زیدی نے مالوی زبان میں ایک حمد اور دو نعت لکھی ہیں۔وہ حمد میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اے خدا تمہاری شان بہت نرالی ہے اور آپ کے جیسا کوئی نہیں ہے۔پھر اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں اور دُعائیہ انداز اپناتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہماری ایہہ تھوڑی جی ہے التجا
ہمانوں مدینے کا رستہ بتا [۱۸]

اسی طرح میواتی اور ہریانی زبانیں تینوں صوبوں میں سابق صوبہ سرہند کے علاقے ضلع نارنول، انبالہ ڈویژن کا ایک ضلع گوڑگاؤں، آگرہ اور میوات کا بیشتر علاقہ میواتی زبان بولتا ہے۔ اسی طرح پٹیالہ کے مختلف علاقوں میں رہتک، حصار اور کرنال میں ہریانی زبان بولی جاتی ہے۔ تقسیم کے بعد آج بھی یہ دونوں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ پنجابی کا اثر نئی زبانیں پہلے ہی قبول کر چکی تھیں، بعد میں کھڑی، برج اور ہریانی بولیوں کے عناصر سے اپنی حدود کو مزید وسیع کرنا شروع کر دیا۔

میر ظفر زیدی نے حمد، نعت اور کچھ میواتی اشعار بھی لکھے ہیں۔ وہ حمد میں اللہ تعالی کی تعریف اور بزرگی کو بیان کر کے اپنے گناہوں سے معافی مانگتے ہیں کہ اے اللہ! اگر تُو نے نہیں بخشا تو پھر کون بخشے گا، تیرے سوا کوئی حاجت پورا کرنے والا نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں کہ تیرے سوا کوئی آسرا نہیں ہے، تیری رحمت کے صدقے بخش دے کیونکہ میرے گناہ بہت ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کرم مانگتے ہیں۔:

کرم کر مرے حال پر تو کُھدا
کہوں کون سُوجب نہیں دوسرو
سوا تیرے کوئی نہ حاجت روا
ہے مو کو کُھدایا ترِو آسرا[۱۹]

میر ظفر زیدی نے ہریانی زبان میں مناجات، نعت، نظم اور غزل لکھی۔ مناجات میں وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی کی فریاد کرتے ہیں اور نظم میں وہ ظرافت کے پہلو سے ایک بچہ کی روزہ کی کہانی بیان کرتے ہیں۔ وہ شادی کے بعد کے حلیے کو مزاحیہ رنگ میں پیش کرتے ہیں۔:

میری باتیں گور سے سن لے اے رانگھڑ کے پوت
تو سادی سے پہلے کُھس تھا بنا پھرے تھا بھوت[۲۰]

پوربی شاعری کو مختلف شعراء نے ذریعۂ اظہار بنایا جن میں حضرت امیر خسرو دہلوی کا نام بھی قابلِ ذکر ہے۔ انبالہ سے سہارن پور، ریاست رام پور تک کھڑی بولی جاتی ہے۔ ۱۹۴۷ء تک کھڑی بولی کا دور دورہ تھا، تقسیمِ ہندوستان کے بعد پنجابی زبان تیزی سے پھیلتی چلی گئی مگر رام پور کے دیہاتی علاقوں میں اب بھی کھڑی بولی سانس لے رہی ہے۔ میر ظفر زیدی نے پوربی زبان میں ایک غزل لکھی ہے جس میں وہ موسیقیت کا انداز اپناتے ہوئے حُسن کو نمایاں کرتے ہیں۔:

بجرانا ہے لا کوئی گھڑیا

سوہنی بن کر پار اُتر جا [۲۱]

کھڑی بولی میں میر ظفر زیدی نے حمد، نعت اور غزل لکھی۔ کھڑی بولی کو پرانی اُردو اور ہندی بھی کہا جاتا ہے۔ میر ظفر زیدی گاؤں کے خالص دودھ، گھی اور لوازمات کو بیان کرتے ہیں اور گاؤں کے ماحول کو بھی بیان کرتے ہیں۔:

سبھی کھیتیاں سج و ساداب ہیں
کہ دریاؤ گھگھر بہے ہے جہاں [۲۲]

اردو زبان ابتدائی دور میں ہندی، ہندوی اور ریختہ کے ناموں سے پکاری جاتی رہی۔ آغاز میں ہندی ادب کا سرمایہ مختلف بولیوں کی صورت محفوظ رہا۔ تاہم یہ حقیقت بھی اپنی جگہ موجود ہے کہ اردو اور ہندی کی بنیاد ''کھڑی بولی'' ہے۔ ان دونوں زبانوں کی مماثلت کے بارے مین ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا کہنا ہے۔:

''جتنا اشتراک ان دونوں کی آوازوں، صرفی و نحوی ڈھانچے اور روزمرہ و محاورے میں
امتزاج بھی پایا جاتا ہے، شاید ہی دنیا کی کسی دو زبانوں میں پایا جاتا ہو۔''[۲۳]

میر ظفر زیدی نے ہندی زبان کو بھی ذریعۂ اظہار بنایا ہے۔ انھوں نے ہندی زبان میں نعت، منقبت، سلام اور غزلیں لکھی۔ ہندی زبان میں حمد و ثناء کا انداز ملاحظہ ہو۔:

توراناؤں کہیں رحمٰن
کوئی کہے تجھ کو بھگوان
توراپریتم ہے پردھان
دونوں جگ کا واسلطان[۲۴]

میر ظفر زیدی کی شاعری میں سندر سراپے، ساون، بادل، آنچل، کاجل وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔ وہ سراپا نگاری کرتے ہیں جس میں وہ محبوبہ کے حُسن کو بیان کرتے ہیں۔:

چنری چھلمِل گالوں پر تِل

نین میں کاجل پاؤں میں چھلبل[۲۵]

یورپ کی دیگر زبانوں کے علاوہ انگریزی زبان کے اردو پر گہرے اثرات مرتب ہوئے، عہد حاضر میں بھی اس اضافے کی وجہ جدید ٹیکنالوجی ہے تاہم ان دونوں زبانوں کے روابط کی بات کی جائے تو یہ چیز واضح ہوتی ہے۔:

> ''انگریزی سے اردو کا ربط تقریباً تین سو برس پہلے پیدا ہوا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اردو کی سرحدیں محدود تھیں۔ اس کا بڑا سرمایہ شاعری تھی۔''[۲۶]

میر ظفر زیدی نے چند نظمیں انگریزی زبان میں بھی لکھی ہیں۔Homorous Verses یعنی مزاحیہ اور رومانوی انداز میں Romantic Verses میں نظم لکھی۔''A Beautiful Slap'' مزاحیہ انداز میں لکھی گئی نظم ہے اور''Steering in her hand''،''Handkerchief in her hand'' رومانی طرز میں لکھی گئی نظمیں ہیں۔ میر ظفر زیدی نے تشبیہات و استعارات کا استعمال بھی کیا ہے:

My Nevia, my darling come to see me very
You ar my love and your are my soon moon [27]

میر ظفر زیدی فطرت کے پجاری ہیں۔ وہ فطرت کو پسند کرتے ہیں۔ اُن کی شاعری میں حُسن سے پسندیدگی کا اظہار ملتا ہے اور وہ اپنی شاعری میں عارض و رخسار کو موضوع بناتے ہیں۔

Whenever I see your rosy checks
My love bird shoots above the peaks [28]

میر ظفر زیدی نے شاعری میں علامت نگاری اور تکرارِ لفظی سے کلام میں موسیقیت پیدا کی ہے۔ تشبیہات و استعارات کا خوبصورتی سے استعمال کر کے مختلف زبانوں میں کی گئی شاعری میں دلکشی پیدا کی ہے۔ انھوں نے متنوع پیرائے میں تراکیب کا استعمال کیا ہے۔ حُسنِ مطلع ان کی شاعری کی اہم خوبی ہے۔ صنعتِ مبالغہ، صنعتِ تضاد، صنعتِ تلمیح، صنعتِ تجنیس ناقص، صنعتِ تضمین کے استعمال سے کلام کے حسن میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔ میر ظفر زیدی دل کش انداز میں لکھتے ہیں۔ ان کے کلام میں فصاحت و بلاغت کا عنصر جب کہ قلم میں روانی اور بہاؤ پایا جاتا ہے۔ انھوں نے سادگی و پُرکاری سے اپنے اسلوب کو خوب صورت اور دل کش بنایا ہے۔ وہ تعلیمی دور سے ہی مطالعہ کے شوقین تھے اور اسی وسعتِ مطالعہ کی بدولت ان کے کلام میں تازگی ہے۔ وہ شاعرانہ خیالات جو لڑکپن سے ان کے جذبات کے آئینہ دار اور شباب کی دھڑکنوں کے عکاس تھے، وہی ان کے ہم زاد غم کو غلط ثابت کر کے پریشانیوں کا مداوا کرتے ہوئے سکون کی دنیا میں پہنچا کر تختِ مسرت پر متمکن کرتے تھے۔ میر ظفر زیدی کی شاعری میں جذبات و

احساسات کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ وہ ایک حساس طبیعت کے انسان تھے جنھیں غموں کی شدت نے رنجیدہ بنادیا اور انھوں نے اس کیفیت کا اظہار قلم کے ذریعے کیا۔ میر ظفر زیدی کی یہ خوبی انہیں اوروں سے منفرد بناتی ہے کہ ان کے ہاں نہ صرف متنوع موضوعات ہیں بلکہ وہ کئی زبانوں میں مہارت کی بناپر خود کو ایک کہنہ مشق شاعر کے طور پر منواتے ہیں۔

References

1. Geographia Ryasat Bahawalpur, Mir Nasir Ali Sethi, Hamidia Steam Press, Lahore, 1915, page 7.

2. Shaire or shaire ki tankeed, Ebadat Brailwi, Urdu Dunya, Karachi, 1965, page 11.

3. Fun- e-shire or Hasan-ul- hind, Allama Abdul Sattar Hamdani, Ahl-e-Sunnat Barakat Razapur Center, Gujarat, page 17.

4. Urdu shaire Ka mazaj, Dr.Wazeer agha, Majlis-e-Tarqi Adab, Lahore, may 2016, page 270.

5. Urdu Arabic k lasani rishty, Ehsanul Haq (mualif), Qirtas, Series of Publications 65, Karachi, December 2005, page 13.

6. Anchalun k saye main, Mir Zafar Zaidi, maktaba Polygun Services Bahawalpur, 2005, page 219.

7. Also, page 173.

8. Bikhry Paty, Mir Zafar Zaidi, Library independent Maktab Azad, bahawalpur, 2007, page 11.

9. Punjabi Zuban-o- Adab, Hamidullah Shah Hashmi, anjuman traqi-e-Urdu, Bar 1, Karachi, 1988, page 7.

10. Bikhry Paty, Mir Zafar Zaidi, page 35.

11. Also, page 36.

12. Urdu main sraiky zuban k unmit nkush, shokat mughal, jhook publishers Multan, 2008, page 11.

13. Bikhary Paty, Mir Zafar Zaidi, page 50.

14. Also, page 50.

15. Also, page 352.

16. Also, page 55.

17. Zuban aor ilm-e-zuban, Abdul Qadir sarwari, anjuman traqi-e-Urdu, Haiderabad dakn, 1956, page 16.

18. Bikhry Paty, Mir Zafar Zaidi, page 59.

19. Also, page 73.

20. Also, page 80.

21. Also, page 88.

22. Also, page 99.

23. Urdu zuban-o-lisaniat, Gopi Chand narang, Raza library Rampur, 2006, page 21, 22.

24. Bikhry Paty, Mir Zafar Zaidi, page 226.

25. Also, page 241.

26. Urdu zuban pr angrazi zuban k asrat, Muhammad-bin-Umar, kutub khana, Abid road Haiderabad dakn, Bar 1, 1955, page 1.

27. Bikhry Paty, Mir Zafar Zaidi, page 19.

28. Also, page 18.